مولانا عبدالقیوم حقانی

قافلہ جہاد کے عظیم رہنما، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

- دارالعلوم حقانیہ جہاد افغانستان کی فوجی چھاونی بن چکا تھا ——
- مولانا عبدالحق کی رحلت پر افغان مجاہدین نے کہا "ہم یتیم ہو گئے" ——

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ کی ہدایت کے مطابق ذوالحجہ کے آخری دو عشروں کو جہاد افغانستان میں علماء حق بالخصوص شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور ان کے تلامذہ کے کردار کے طور پر منایا گیا، چاروں صوبوں، ملک کے مختلف اضلاع اور جمعیۃ کی صوبائی و ضلعی تنظیموں کے زیر اہتمام کانفرنسوں، جلسوں، تقریبات اور سیمینارز کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا، خطیبوں، ادیبوں، دانشوروں اور مقررین نے جہاد افغانستان میں علماء حق اور ان کے سرخیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جہاد افغانستان میں مولانا عبدالحق کا کردار، تمام کرداروں پر مقدم، جامع اور حاوی رہا ہے وہی علماء حق کا مصداق وہی اس کے محرک اول، وہی مجاہدین کی روحانی پناہ گاہ اور عملی تربیت گاہ تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق تاریکی اور مایوسی میں ڈوبے ہوئے حالات میں ہمیں ایک چراغ رہے پر عزم و ہمت، جرأت و شجاعت، تدبر، دانشمندی، اسلام سے محبت اور جذبۂ جہاد و عزیمت سے منور ایک شمع ہدایت لیے کھڑے نظر آتے ہیں۔

یہ تاریکی صرف پاکستان کے سیاسی اور دفاعی افق پر ہی نہیں تھی بلکہ آس پاس کے تمام علاقوں بلکہ اس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا —— پھر اہل اسلام کی آزادی اور اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ رہنے کا حق اس تاریکی میں روپوش ہو گیا تھا۔ اس مقام پر پہنچ کر ہمیں ایک عظیم علمی و دینی رہنما، شیخ الہند کے مشن کے وارث ریشمی رومال کی تحریک کے مقاصد کے علمبردار، شہدائے بالاکوٹ کی کارگہ میں کام کرنے والے بطل جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نامی ایک ایسے پیشوا، ایک ایسے رہبر اور وارث علوم نبوت سے ملاقات ہو جاتی ہے جو دور اندیشی معاملہ فہمی، علمی تدبر، مغازی رسول ﷺ سے واقفیت روح جہاد سے شناسا اور جرأت و شجاعت کی ان تمام صفات سے بہرہ ور ہے جو ایک قافلہ سالار کے لیے ناگزیر ہیں۔

حضرت سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) کی دعوت اصلاح و تجدید اور تحریک جہاد میں بھی افغانیوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے وہ اپنی سرگرمیوں اور جد و جہد کے مرکز تک افغانستان ہی کی راہ سے پہنچے تھے اہل افغانستان نے بے نظیر جوش و خروش کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا پوری قوم اور حکومت ان کی طرف جھک پڑی تھی اور حکمران خاندان سے بھی ان کے تعلقات رہے تھے کبھی مستحکم اور کبھی کمزور، جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اگر اس فیصلہ کن اور تاریخی موقع پر افغانستان کے امراء نے وقت کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوتا اور اس تحریک کی قدر کی ہوتی اور اس کے قائد کے اخلاص، اس کی دردمندی اور اثر انگیزی کو صحیح طور پر محسوس کیا ہوتا تو اس علاقہ میں مسلمانوں کی تاریخ آج کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تابناک اور باعظمت ہوتی۔

دسمبر ۱۹۷۹ء کے اواخر میں جب کابل میں روس نے اپنی فوجیں اتار دیں تو پاکستان براہ راست روس کا ہم دیوار ہمسایہ بن گیا خاص کر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک طورخم کے راستے چند گام کے فاصلے پر تھا میزائل، بم تخریب کاری اور فساد کا اولین ہدف بن سکتا تھا۔ کسی چھوٹے ملک، چھوٹے ادارے اور کسی چھوٹی جماعت کے لیے بڑے کا ہمسایہ ہونا اور وہ بھی جب بڑا ہمسایہ بدنیت بھی ہو اور ظالم بھی، انتہائی وحشت ناک صورت حال سے دوچار ہونا ہوتا ہے پاکستان اور خاص کر سرحد کے قریبی اضلاع کے لوگوں کی جو اضطرابی کیفیت ہونی چاہئے تھی وہ عیاں ہے پھر جب سرحدات پر حملے ہونے لگے بم گرائے جانے لگے میزائل برسائے جانے لگے تخریب کاری کے واردات کثرت سے کئے جانے لگے ایسے واقعات میں تو حال ہی کچھ دوسرا تھا خاص کر جب دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء دشمن کے مقابلے میں پیش پیش تھے دارالعلوم جہاد افغانستان کی فوجی چھاؤنی بن چکا تھا کابل ریڈیو پر دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء کے خلاف زہریلا اور مسموم پروپیگنڈہ کئے جانے لگا مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے انتہائی پامردی کے ساتھ اس ساری صورت حال کا مقابلہ کیا کوئی اظہار پریشانی نہ کیا رفتہ رفتہ عالم یہ ہو گیا کہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے ذمہ داروں نے کے جی بی اور خاد کے حوالے سے براہ راست ان کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ افغان مجاہدین کی حمایت، ان کی تعلیم و تربیت، ان کی سیاسی و اخلاقی حمایت اور ان کے دارالعلوم میں قیام اور جہاد کے استحکام کی تحریک سے دست کش ہو جاؤ ورنہ سخت سزا دی جائے گی مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے پرکاہ کے برابر بھی پرواہ نہ کی جب دارالعلوم کو اڑا دیئے جانے کا ہوا کھڑا کر کے چند نام نہاد مخلصین نے روسی حکمت عملی اور پالیسی پر عمل کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث پر پریشر ڈالنے کی مذموم مساعی کی تو اس حالت میں دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث مولانا اسید اللہ مدظلہ نے خواب دیکھا کہ:

"روسی ٹینک اور فوجیں دارالعلوم حقانیہ پر حملہ آور ہیں اور مسجد کی جانب شمال میں طلبہ دورہ حدیث

کے کمرے ان کا ہدف ہیں وہ اس کو گرانا اور یہاں سے تباہی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں حضرت مولانا اسید اللہ صاحب خواب میں دشمن کے یہ ناپاک عزائم اور خطرناک صورت حال دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں اسی پریشانی اور اضطراب میں اچانک دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں انہیں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے بے تابانہ انداز میں انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہاں کیسے تشریف لاتے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دیکھتے یہ منظر آپ کے سامنے ہے میں دارالعلوم کی حفاظت اور دفاع کرنے آیا ہوں"۔

(صحبتے با اہل حق صفحہ ۱۹۳)

پاکستان میں افغان مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور جب بھرپور ریلیے اس وقت آنے شروع ہوتے جب روس نے باقاعدہ اپنی فوجیں کابل میں اتاریں اور شہروں سڑکوں، میدانوں، وادیوں، باغوں اور جنگلوں میں لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے بھی اس موقع پر بڑی جرأت کے ساتھ دارالعلوم کے فضلاء اور تلامذہ کو دشمن کے ساتھ برسرپیکار کر دیا جب ساتھ والا گھر شعلوں کی آماجگاہ ہو تو اپنا گھر بھی تپش محسوس کرتا ہے اور ہر لحظہ شعلوں کی زد میں ہوتا ہے پھر افغانستان تو وہ گھر تھا جو پرایا گھر بھی نہ تھا حضرت شیخ اور ان کے تلامذہ کس طرح آرام سے بیٹھ سکتے تھے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث کے بس میں جس قدر بھی ممکن تھا کر ڈالا، فضلاء کو حوصلہ افزائی کے پیغام بھیجے اہل خیر اور مسلمانوں کو ان کی مالی مدد کرنے کی ترغیب دی شہید صدر ضیاء الحق کی اس مسئلہ میں سیاسی واخلاقی حمایت کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔

دارالعلوم حقانیہ کے جہاد میں جانے والے طلبہ کے لیے خصوصی تعلیم، خصوصی مراعات اور خصوصی معاملات کا اعلان کیا اور جب اکوڑہ خٹک کے بے آب وگیاہ جنگل میں بے یار و مددگار مہاجرین کو نیلی چھت تلے گرم اور تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر ڈال دیا گیا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اپنے مہاجرین کے لیے دارالعلوم کے دروازے کھول دیئے، درسگاہیں دارالحدیث، دارالاقامے، ہاسٹل اور جامع مسجد غرض سب کچھ مہاجرین کے لیے وقف تھا مالی امداد اور ان کے لیے قیام اور ضروریات کی فراہمی کے لیے مولانا سمیع الحق کو خصوصی ہدایات کیں۔

دراصل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اپنی خداداد بصیرت سے جانتے تھے کہ اگر روس کو افغانستان میں مستحکم کیفیت میسر آگئی تو پھر روس کے مقابلے میں پاکستان کا دفاع بھی ممکن نہیں رہے گا لہٰذا انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ پاکستان کی دفاع کی جنگ افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت کر کے اور اپنے فضلاء کو میدان کارزار میں اتار کر افغانستان ہی میں لڑی جائے جہاں دارالعلوم کے فضلاء اور سینکڑوں مستفیدین ومتعلقین سمیت لاکھوں سرباز قدرتی معادن کے طور پر خود بخود میسر ہیں۔

اس موقع پر بھی بعض مفاد پرست روسی گماشتوں نے حضرت شیخ کے پائے استقامت میں لغزش ڈالنے کے لیے بارہا ان کی محفل میں آکر اس طرح کی باتیں کیں کہ مجاہدین کی حمایت اور افغان جہاد کا علم بلند کرنا حماقت ہے خود پاکستان جب لاؤ لشکر سمیت روس کے مقابلے میں اترے تو ایک روز بھی نہیں ٹھہر سکے گا یہ چند مولوی اور یہ نادار طالب علم اور غیر تربیت یافتہ دینی جذبہ سے سرشار مجاہدین کیا تاب لاسکیں گے مگر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا یقین تھا کہ اگر بظاہر روس سپر پاور ہے مگر ایک اور پاور بھی ہے جو مافوق قوت ہے جسے سپریم پاور کہتے ہیں وہ خدا کی ذات ہے لہٰذا اس کی ذات پر اعتماد کر کے اس کی قدرت کی کرشمہ سازیوں پر نظر ہونی چاہیئے۔

او بایں فکر تا بما چہ کند ؎
ما بایں فکر تا خدا چہ کند

مگر آج جو ہوا جس طرح ہوا سب نے دیکھا اور سب دیکھ رہے ہیں۔ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

یہ بھی تاریخ کا ریکارڈ ہے کہ کسی کمیونسٹ، قادیانی اور فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والوں میں کوئی بھی ایک ایسا فرد نہ ملا جس نے روسی بربریت کی مذمت میں ایک حرف کہا ہو، خود حضرت شیخ الحدیث کو اپنے علاقے میں جن لوگوں اور جس سیاسی قوت سے واسطہ پڑ رہا ہے وہ تو ڈنکے کی چوٹ افغان مہاجرین کو بزدل، بے ایمان اور بھگوڑے کہے جارہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں جب ان لوگوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ اپنی افتادِ طبع کے پیش نظر خاموش رہتے اور یہاں کی کسی قوت سے ٹکرانے اور جوابی کارروائی کرنے یا سیاسی بیان داغنے کے بجائے اپنے کام کرتے جانے کی تاکید فرماتے۔ جعفری فقہ کے ایک دوست سے جب اس قسم کی بات چلی تو مجھے کہنا پڑا۔ حضرت! اگر ایران کو امریکہ کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑے تو وہ عملی جہاد کہلاتے لیکن اگر افغان بے چارے اپنے وطن کے دفاع میں روسیوں سے ٹکرائیں تو یہ عمل ملایانہ بھی ہے، احمقانہ بھی ہے، بزدلانہ بھی اور ظلمت پرستانہ بھی۔ **فیاللعجب**

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق پاکستان کے روسی ایڈیشن افراد جو مجاہدین کو گالیاں دیتے پھبتیاں کستے ان کو پرواہ میں نہ لاتے اور ان لوگوں سے الجھے بغیر اپنے کام پر بھرپور توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ بہادر اور دانا مرد بھی وہی ہوتا ہے جو جھاڑیوں سے دامن بچا کر جنگل عبور کرتا چلا جاتے۔

افغان مجاہدین کی جرأت و استقامت اور ولولہ انگیز جذبۂ جہاد، صدر ضیاء الحق شہید کی محکم سیاسی پالیسی اور قطعی موقف اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی دعاؤں، تلامذہ کی تربیت اور فضلاء کے عملی جہاد نے بالآخر گورباچوف کو اس پر

مجبور کر دیا کہ وہ افغانستان سے روسی فوجیں نکال دے افغان مجاہدین گواہ ہیں اور یہی باعث ہے کہ جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سانحہ ارتحال کی خبر مجاہدین کو محاذ جنگ پر پہنچی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا اور انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ہماری دعاؤں کا مرکز، ہماری تربیت گاہ کا مربی و محسن ہمارا دینی رہنما اور شیخ رخصت ہو گیا اور آج ہم یتیم ہو گئے۔

قومی اور اجتماعی سطح پر ہماری ایک بدقسمتی یہ بھی ہے کہ ہم اپنا جوہر اور اپنا اکتساب بھی از راہ حماقت و تعصب، دوسروں کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں یہ شکوہ ہمیں ان لوگوں سے نہیں جن کی فرقہ وارانہ مجبوریاں ہیں جو عقائد و نظریات کے اعتبار سے سوشلسٹوں کمیونسٹوں کے قریب ہیں جو ہنود و یہود سمیت عالم مسیحیت و اشتراکیت کی دلداری کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ ہم تو ان لوگوں کا رونا روتے ہیں جو خود کو بزعم خود غیر اشتراکی، غیر ہندو نواز غیر یہود دوست اور غیر مسیحیت پسند اور سنی سیاسی قرار دیتے ہیں۔ جو خود کو دینی مذہبی لوگ قرار دیتے ہیں جو ملک میں اسلامی انقلاب کے خواہاں بھی ہیں اور اس کے لیے کوشاں بھی۔ مگر اس کے باوجود اپنے حزبی و جماعتی تعصب کے خولوں میں بند، خود نمائی ریاکاری اور سمع و شہرت اور پروپیگنڈے کی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ لاریب! ان لوگوں نے بھی افغان مہاجرین کی بے پناہ مدد کی، انہوں نے میدان جنگ میں جاکر مجاہدین کو ہر طرح کی اعانت بہم پہنچائی ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے۔

مگر یہ کہاں کی ایمانداری ہے کہ خود نمائی اور پروپیگنڈے کی یلغار میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، ان کے تلامذہ اور فضلاء اور ان کے قائم فرمودہ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کی تمام جدوجہد، تاریخ ساز مساعی اور انقلاب آفرین کارناموں کو آنکھوں سے اوجھل کرنے کی سعی بلیغ بھی اس طرح کی جائے گویا یہ بھی دین کا ایک حصہ اور جہاد کا ایک شعبہ ہے مسلسل اور بار بار جہاد افغانستان پر مذاکرے عمل میں آئیں مگر مقررین اسی مسکت انداز سے گفتگو کریں کہ شیخ الحدیثؒ اور ان کے فضلاء کا نام تک زبان پر نہ آنے پاتے اور سارا کریڈیٹ چند مذہبی سیاست کھیلنے والوں کی جیب میں چلا جاتے۔ یہ نہایت بے انصافی اور شرمناک کی بات ہے یہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ جماعت، گروہ بندی، طریقہ کار کے اختلاف کی بات اپنی جگہ مگر جب مقصد ایک اور کردار مسلم ہے تو ایک مربی جہاد، ایک مسلم کردار اور ان کی قربانی و محنت کو دیدہ دانستہ یوں برباد کرنا تاکہ صرف اپنے حلقے، اپنی جماعت یا اپنے گروہ اور اپنی پارٹی کی تاریخ روشن کلمات کے ساتھ قلمبند کی جائے خدا کے حضور میں انتہائی ناپسندیدگی کا موجب ہے۔ ع

جفا کم کن کہ فردا روز محشر
بروئے عاشقاں شرمندہ باشی

بہرحال جمعیۃ علماء اسلام نے جو ذی الحجہ کے آخری دو عشروں کو "جہاد افغانستان میں علماء حق کے کردار" کے طور پر منایا اور پورے ملک میں اسے عملی طور پر اپنانے کا اقدام کیا ہر لحاظ سے مستحسن، قابل صد تبریک اور قائدین جمعیۃ کی حقیقت پسندی اور علمی و دینی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے ہم اس پر انہیں بھی ہدیہ تبریک اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔